نکاح کے لئے مرد اور عورت کا انتخاب

اسلامی شریعت پر ایک نظر

پہلی قسط

از: مولانا محمد شہاب الدین ندوی، ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور

ازدواجی زندگی کی اہمیت

شادی بیاہ کر کے گھر گرہستی کی زندگی گزارنا دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے ایک اچھا اور صحیح اقدام ہے۔ ازدواجی زندگی سے نہ صرف دنیوی منافع حاصل ہوتے ہیں بلکہ روحانی اعتبار سے انسان کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔ خود زہد و عبادت کے لئے بھی دل کی یکسوئی ضروری ہے جو نکاح کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے برعکس بہت سے زاہد مرتاض ایسے بھی گزرے ہیں جو عمر بھر ریاضت کرنے کے بعد کسی پری رو کے اسیر بن کر اپنی رہبانیت کو تیاگ دے چکے ہیں اور دربارِ حسن میں سجدہ ریز ہو کر اپنی شکست تسلیم کر چکے ہیں۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں تحریر کیا ہے کہ نکاح کے پانچ فوائد (یا مقاصد) ہیں:

۱۔ شیطان سے بچاؤ اور شہوت کو توڑنا، تاکہ اس کے ذریعہ نگاہ نیچی رکھنے اور پاکیزہ زندگی گزارنے میں مدد مل سکے۔

۲۔ اولاد کا حصول، جو کہ نکاح کا اصل مقصد ہے۔

۳۔ نفس کو راحت پہنچانا، تاکہ اس کے ذریعہ عبادت و بندگی میں تقویت حاصل ہو سکے جیسا کہ قرآن مجید میں تصریح کی گئی ہے۔ وَمِنْ آیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو (روم: ۲۱)

۴۔ قلب کو خانہ داری کے انتظام کے لئے فارغ کرنا۔ تاکہ وہ خوش دلی کے ساتھ

گھریلو اسباب کی فراہمی پر آمادہ ہو سکے۔ اگر انسان میں جنسی شہوت نہ ہوتی تو بھی اس کے لئے گھر میں تنہا زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا۔

۵۔ اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی تربیت و اصلاح میں نفس کو مجاہدہ اور ریاضت میں ڈالنا اور اولاد کی پرورش کے لئے کسب حلال کی راہ میں مشقت برداشت کرنا۔[1]

رشتہ داری کے لئے کیسا آدمی چاہئے؟

نکاح کے ذریعہ دو اجنبی افراد (مرد اور عورت) کو ایک بندھن میں باندھ کر انھیں ہمیشہ کے لئے ایک کر دیا جاتا ہے۔ لہذا ازدواجی (گرہستی) زندگی گزارنے کے لئے سب سے پہلا مسئلہ ایک رفیق حیات کے انتخاب کا آتا ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ جو زندگی کے ہر موڑ پر ایک دوسرے کے ہمدم و ہمسفر بن کر مذکورۂ بالا فوائد حاصل کریں اور ایک دوسرے کے ساتھی بن کر زندگی کو کامیاب بنائیں۔ کیونکہ زندگی محض عیش و عشرت کا نام نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو سمیٹنے کا نام ہے۔ لہذا مرد اور عورت دونوں کے انتخاب میں کافی سوچ بچار سے کام لینا چاہئے۔

مگر موجودہ دور میں لوگ شادی بیاہ کے لئے عموماً مالدار یا کھاتے پیتے لڑکوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اور اخلاق و دینداری کی طرف بہت کم توجہ مبذول کرتے ہیں۔ شریعت کی نظر میں اس کے برعکس اخلاق و دینداری کی زیادہ اہمیت ہے اور یہ حقیقت قرآن مجید اور حدیث نبوی دونوں سے ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں مذکور ہے: وَانْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ؛ اور تم میں جو بے نکاحی (مرد اور عورتیں) موجود ہیں ان کے نکاح کر دیا کرو۔ اور اسی طرح تمھارے غلاموں اور لونڈیوں میں جو

---

[1] خلاصہ از احیاء العلوم ۲/۲۴-۳۱- مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

[illegible] کے بھی۔ اگر وہ لوگ (اس وقت) مفلس ہیں تو اللہ اپنے فضل سے انھیں غنی [illegible] ۔ (نور ۳۲)

اس آیت کریمہ میں دو اہم مسائل بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ مسلم معاشرہ میں جو مرد اور عورتیں بے نکاحی ہیں ان کا نکاح کرا دینا چاہیئے۔ لفظ "ایامیٰ" بے نکاحی مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے بولا جاتا ہے اور اس لفظ کی وسعت میں کنواری لڑکیاں، مطلقہ عورتیں اور بیوائیں سب شامل ہیں[۱]۔

۲۔ اگر ایسے بے نکاحی مرد اور عورتیں غریب اور بے سہارا ہوں مگر وہ عادات واطوار کے اچھے ہوں تو پھر ان کی غربت کی پرواہ کئے بغیر ان کا نکاح کر دینا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے فضل وکرم سے غنی یعنی خوشحال بنا دے گا جیسا کہ احادیث سے اس موضوع پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ ابن مسعود نے فرمایا التمسوا الغنیٰ فی النکاح مالداری (خوش حالی) نکاح میں تلاش کرو پھر آپ نے یہی آیت بطور دلیل پڑھی[۲]۔

اس سلسلے میں خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق کا فرمان ہے: اطیعوا اللہ فیما امرکم بہ من النکاح ینجز لکم ما وعدکم من الغنیٰ قال تعالیٰ ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ نکاح کے بارے میں اللہ نے جو حکم دیا ہے اس کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے لئے مالداری کا اپنا وعدہ پورا کرے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ غریب ہیں تو اللہ انھیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے گا[۳]۔

نیز اس بارے میں خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضؓ نے فرمایا ابتغوا الغنیٰ فی الباءۃ، بعض مرفوع احادیث میں اس آیت کریمہ کی مزید تشریح وتفسیر اس طرح مذکور ہے اذا جاءکم من ترضون دینہ وخلقہ فانکحوہ، الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض

---

[۱] ملاحظہ ہو تفسیر کشاف ۳/۶۳، تفسیر کبیر ۲۳/۲۱۰ طبع جدید نیز تفسیر قرطبی ۱۲/۲۳۹

[۲] تفسیر قرطبی ۱۲/۲۴۱

[۳] ابن ابی حاتم منقول از کنز العمال، ۱۶/۴۸۶

[۴] مصنف عبد الرزاق ومصنف ابن ابی شیبہ، منقول از کنز العمال ۱۶/۴۸۶

تنشأ فتنۃ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص نکاح کا پیغام لے کر آئے جس کی دینداری اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اس کا نکاح کر دو اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہوگا۔[۶]

أنكحوا الصالحين والصالحات : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانو تم نیک مردوں اور نیک عورتوں کا نکاح کر دو۔[۷]

أنكحوا الأيامى منكم۔ قالوا ما العلائق ؟ قال ما تراضى عليه الأهلون : تم میں سے جو بے نکاحی مرد اور عورتیں ہیں ان کے نکاح کر دو۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ کن شرائط کی بنیاد پر؟ فرمایا کہ جن پر تم ایک دوسرے سے راضی ہو سکو۔[۸]

دینداری کے ساتھ ساتھ اگر مال و دولت بھی ہو تو پھر سونے پر سہاگہ ہے مگر مال و دولت کو ہر حال میں اولیت دیتے ہوئے دینداری کو پس پشت ڈال دینا صحیح نہیں ہے لیکن اس معاملہ میں لوگ عموماً مالداری اور دنیا داری ہی کے شائق نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث نبوی میں اس حقیقت پر سے پردہ اس طرح اٹھایا گیا ہے : إن أحساب أهل الدنيا الذي يذهبون إليه المال : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا والوں کا حسب جس کی طرف یہ دوڑتے ہیں مال ہے[۹] (حالانکہ اصل چیز دینداری ہے)

اس اعتبار سے اسلام میں اصل معیار اخلاق اور دینداری ہے اور یہی امام مالک کا مسلک ہے جو بعض صحابہ کرام سے بھی منقول ہے۔[۱۰] اس کے برعکس دیگر فقہائے کرام نے اس سلسلہ میں دینداری کے علاوہ نسب اور پیشہ کا بھی اعتبار کیا ہے[۱۱] مگر اس

---

[۶] جامع ترمذی ۳/ ۲۹۵۔ سنن ابن ماجہ ۱/ ۶۳۲، مستدرک حاکم ۲/ ۱۶۵

[۷] سنن دارمی ؛ ۲/ ۱۳۷

[۸] السنن الکبریٰ بیہقی، الکامل ابن عدی منقول از کنز ۱۶/ ۳۲۲

[۹] سنن نسائی ۲/ ۶۷۹، مستدرک حاکم ۲/ ۱۶۳، مسند احمد ۵/ ۳۵۳

[۱۰] تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری از حافظ ابن حجر ۹/ ۱۳۲، مطبوعہ ریاض

سلسلے میں بھی احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے وہ حد درجہ ضعیف ہیں[۱۲]۔ اسی بنا پر احناف میں بعض جلیل القدر علما، مثلاً امام ابوالحسن کرخی اور امام ابوبکر جصاص رح بھی امام مالک اور امام سفیان ثوری کی ہمنوائی کرتے ہوئے نکاح میں کفاءت (نسب اور پیشے وغیرہ کے اعتبار سے برابری) کو معتبر نہیں مانتے[۱۳]

حسب ونسب بمقابلہ دینداری

حاصل یہ کہ اسلام میں حسب ونسب اور پیشوں وغیرہ کا کچھ زیادہ اعتبار نہیں ہے گو وہ بعض صورتوں میں معتبر ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے کوئی ضابطہ مقرر کرنا بڑا مشکل کام ہے اور اس سلسلے میں بعض فقہا، نے جو تفصیلات بیان کی ہیں ان کی پابندی ہر حال میں ممکن نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اسے خود طرفین کی صواب دید اور بصیرت پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ اگر دونوں طرف کے لوگ ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں تو پھر جھگڑے کی کوئی بات ہی نہیں ہو سکتی اور یہی بات بعض فقہا نے بھی کہی ہے۔ مثلاً شمس الائمہ سرخسی رح حنفی تحریر کرتے ہیں: وَاِذَا تزوّجت المرأۃ غیر کفوءٍ فرضی بہ احدُ الاولیاء جاز ذالک: اگر کوئی عورت غیر ہمسر (اپنے سے کمتر درجے کے شخص) سے نکاح کرلے اور اس کے سرپرستوں میں سے کوئی ایک اس بیاہ سے راضی ہو جائے

---

۱۱ مرقات شرح مشکوٰۃ از ملا علی قاری ۳/۴۰۶، مطبوعہ بمبئی، نیز تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی از مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری ۴/۲۰۴، مطبوعہ دار الفکر۔

۱۲ دیکھئے عمدۃ القاری از علامہ بدر الدین عینی ۲۰/۸۷ مطبوعہ لاہور، نصب الرایہ از علامہ زیلعی ۳/۱۹۶-۱۹۷ مجلس علمی، کتاب الموضوعات از علامہ ابن جوزی ۲/۲۶۳، دار اللآلی، المصنوعہ از علامہ سیوطی ۲/۱۶۵ دار المعرفۃ، الفوائد المجموعہ از علامہ شوکانی ص ۳ مطبعۃ السنۃ المحمدیہ۔

۱۳ ملاحظہ ہو فتح القدیر از علامہ ابن الہمام ۳/۱۸۷، ردّ المختار از علامہ ابن عابدین ۲/۳۴۵ مطبوعہ کوئٹہ نیز بدائع الصنائع از امام کاسانی ۲/۳۱۷ مطبوعہ کراچی۔

تو یہ بات جائز ہے۔[1]

اور ملا علی قاری حنفی تحریر فرماتے ہیں فان رضیت المرأۃ أو ولیھا بغیر کفوء صح النکاح: اگر عورت یا اس کا سرپرست ایک نابرابر شخص سے نکاح کے لئے راضی ہو جائے تو یہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔[2]

اور یہی بات امام شافعی سے بھی منقول ہے کہ اس طرح نابرابری کا نکاح ناجائز حرام نہیں بلکہ عورت اور اس کے سرپرستوں کے لئے ایک ترغیب کی بات یہ ہے کہ ورنہ اگر وہ راضی ہو جائیں تو پھر نکاح صحیح ہو جائے گا۔ (وتوسط الشافعی فقال لیس نکاح غیر الاکفاء حراما فارد به النکاح، وانما ھو تقصیر بالمرأۃ والاولیاء، فاذا رضوا صح۔)[3]

ان توجیہات سے یہ مسئلہ بہت بڑی حد تک حل ہو جاتا ہے۔ بہرحال قرآن مجید کی تصریح کے مطابق اس سلسلے میں اصل چیز تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہیں (مختلف) قوموں اور قبیلوں میں بانٹ دیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ (مگر) تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ خدا پرست ہو (حجرات: ۱۳)

اور اس اصول کی شرح وتفسیر بعض احادیث میں اس طرح مروی ہے کہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: یا ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی

---

[1] المبسوط ۵/۲۶، مطبوعہ کراچی

[2] مرقاۃ شرح مشکاۃ ۳/۴۰۶، مطبوعہ بمبئی۔

[3] نیل الاوطار از علامہ شوکانی: ۶/۲۶۳، مطبوعہ ریاض

احمر، الا بالتقوی: اے لوگو! تمھارا رب ایک ہے اور تمھارے باپ (حضرت آدم علیہ السلام) بھی ایک ہیں ہاں تو جان لو کہ کسی عربی کو کسی عجمی (غیر عربی) پر یا کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے نیز اسی طرح ایک گورے شخص کو ایک کالے پر یا ایک کالے کو کسی گورے پر بھی کوئی فضیلت نہیں ہے سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری کے[۱۷]

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن ربکم واحد، فلا فضل عربی علی اعجمی، ولا احمر علی اسود، إلا بالتقوی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا رب ایک اور تمھارا باپ ایک ہے لہٰذا کسی عربی کو کسی غیر عربی پر یا کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری کے[۱۸]

وعن ابی ذر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ انظر فانک لست بخیر من احمر ولا اسود إلا ان تفضلہ بتقوی:۔ حضرت ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دیکھو تم کسی گورے کالے شخص سے بہتر نہیں ہو ما بجز اس کے کہ تم تقویٰ میں اس سے بڑھ جاؤ[۱۹]

یا معشر قریش إن اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالآباء الناس من آدم و آدم من تراب ثم تلا: یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر.. ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے گروہ قریش! اللہ نے تم سے زمانۂ جاہلیت کے گھمنڈ اور باپ دادا پر فخر کرنے کی لت کو تم سے دور کر دیا۔ تمام لوگ آدم سے ہیں اور

---

۱۷ مسند احمد ۵/۴۱۱ ، دار الفکر بیروت، واسنادہ صحیح (زاد المعاد ۵/۱۵۸)

۱۸ رواہ الطبرانی والبزار، ورجال البزار رجال الصحیح، مجمع الزوائد: ۸/۸۴

۱۹ رواہ احمد ورجالہ ثقات، مجمع الزوائد: ۸/۸۴

۲۰ ابوداؤد کتاب الادب ۵/۳۴۰، ترمذی ابواب المناقب ۵/۳۹۰، مسند احمد ۲/۳۶۱

آدم مٹی سے تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے ... [۱۱]

اس موضوع پر علامہ ابنِ قیم نے زاد المعاد میں کافی اچھی بحث کرتے ہوئے اس سلسلے کی بعض دیگر قرآنی آیات سے بھی استدلال کیا ہے، جو بڑی فکر انگیز ہیں [۱۲]

رسول اللہ صلعم کا طرزِ عمل

قرآن اور حدیث کی ان صراحتوں کے بعد اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کو دیکھا جائے اور آپ کی سنّت مطہرہ پر نظر ڈالی جائے تو حقیقتِ حال پوری طرح واضح ہو جاتی ہے چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "حسب ونسب" کے اس بت کو توڑنے کے لئے اپنی پھوپی زاد بہن حضرت زینب بنتِ جحش (جو عبد المطلبؑ کی نواسی اور ہاشمی خاندان کی ایک فرد تھیں)، کا نکاح زید بن حارثہؓ سے کر دیا تھا جو نہ صرف آپ کے آزاد کردہ غلام (مولیٰ) تھے۔ اگرچہ وہ عربی الاصل تھے [۱۳] مگر ان دونوں کے درمیان نبھ نہ سکی اور بہت جلد طلاق ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت زینب کا نکاح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا۔ اور یہ واقعہ خود قرآن مجید میں بھی مذکور ہے

واضح رہے زمانۂ جاہلیت میں منہ بولے بیٹے (متبنّٰی) کا درجہ سگے بیٹے ہی کی طرح ہوا کرتا تھا اور منہ بولے بیٹے کی بیوی سگی بہو کی طرح تصور کیجاتی تھی۔ اس لئے اسلام نے اس غلط رسم کو توڑنے کے لئے یہ اقدام کیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں تصریح موجود ہے: فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا "پھر جب زید نے اس سے (یعنی زینب سے) اپنی حاجت

---

[۱۲] دیکھئے زاد المعاد مرتبہ شعیب الارنؤوط ۵/ ۱۵۸/ ۱۶۱، موسسۃ الرسالۃ۔

[۱۳] ان کا سلسلۂ نسب امرؤ القیس سے ملتا ہے، ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ از ابن سعد ۳/ ۴۰ دار صادر بیروت ۱۴۰۵ھ، نیز الاصابہ از ابنِ حجر ۱/ ۳۱۔ بیروت

پوری کرلی تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا۔ تاکہ اہل ایمان پر ان کے منہ بولے بیٹوں کے بارے میں کوئی گناہ نہ ہو جب کہ وہ ان سے اپنی پوری حاجت پوری کرلیں۔ اور اللہ کا حکم ہو کر رہے گا (احزاب: ۳۷)

نیز قرآن مجید نے یہ بھی اعلان کر دیا کہ کسی کو متبنّیٰ بنا لینے سے وہ سگا بیٹا نہیں ہو جاتا، لہٰذا ایسے افراد کو ان کے اصل باپوں ہی کی طرف منسوب کیا جائے:
اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ: اپنے منہ بولے بیٹوں کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارو۔ اللہ کے نزدیک یہی بہتر انصاف ہے (احزاب: ۵)

اسی طرح حضرت زید بن حارثہ کے اس واقعہ میں ہمارے لئے کئی بصیرتیں موجود ہیں۔ پھر اس واقعہ کے بعد حضرت زید بن حارثہ نے قریش ہی کے بعض دیگر شرفاء کے گھرانوں سے بھی رشتہ ازدواج قائم کیا۔ مثلاً ان کا نکاح ام کلثوم بنت عقبہ سے، پھر درّہ بنت ابولہب بن عبدالمطلب سے اور پھر ہند بنت عوام (حضرت زبیر بن العوام کی بہن) سے ہوا[۲۳]

نیز اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید کا نکاح ایک قریشی عورت فاطمہ بنت قیس سے کر دیا تھا، حالانکہ ان کے لئے دو قریشی مردوں کا پیغام آچکا تھا جیسا کہ صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ فاطمہ بنت قیس سے نکاح کے لئے ابوجہم بن حذیفہ اور معاویہ بن ابوسفیان نے پیغام بھیجا تھا جو قریشی ہونے کے اعتبار سے فاطمہ بنت قیس کے لئے موزوں اور برابر کے لوگ تھے مگر اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ اسامہ بن زید سے نکاح کرلیں اور اس طرح ان دونوں کا نکاح ہو گیا[۲۴] حالانکہ اپنے آزاد کردہ

زید بن حارثہ کے نکاح کا یہ واقعہ سنن [illegible] ۲/۲۰۳ [illegible] السنن الکبریٰ بیہقی ۷/۱۳۶ اور جامع الاصول از ابن اثیر ۱۱/۲۱۲-۲۱۱ [illegible]

[۲۴] دیکھئے [illegible]

غلام کے بیٹے اور غیر قریشی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسب یا خاندان میں برابری رشتہ داروں کے لئے شرط نہیں ہے۔

اب رہا معاملہ پیشہ کا تو یہ بھی چنداں معتبر نہیں ہے اور اخلاق و دینداری کے ساتھ اسے بھی بہت حد تک گوارا کیا جا سکتا ہے اور جیسا کہ عرض کیا گیا اس سلسلے میں اصل چیز باہمی رضامندی ہے۔ اگر طرفین مطمئن ہوں تو کسی بھی پیشہ والوں سے رشتہ داری قائم کی جا سکتی ہے، چنانچہ اس بارے میں حسب ذیل حدیث دلیل راہ بن سکتی ہے:

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ اَنَّ اَبَا ھِنْدٍ حَجَمَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْیَافُوْخِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا بَنِیْ بَیَاضَۃَ! اَنْکِحُوْا اَبَا ھِنْدٍ وَ اَنْکِحُوْا اِلَیْہِ وَقَالَ، وَاِنْ کَانَ فِیْ شَیْءٍ مِمَّا تَدَاوُوْنَ بِہٖ خَیْرٌ فَالْحَجَامَۃُ: حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ابوہند نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے نبی بیاضہ! ابوہند کا اپنے قبیلے میں نکاح کر دو اور اس کی لڑکیوں کے لئے نکاح کا پیغام بھیجو۔ پھر فرمایا کہ اگر تمھاری استعمال کیا نے والی دواؤں کوئی بہتر دوا ہو سکتی ہے تو وہ حجامت (پچھنے لگانا) ہے [۲۵]

حجامت کے اصل معنی پچھنے لگانے کے ہیں جس کا رواج زمانۂ قدیم میں تھا۔ اور پچھنے لگانے والے کو حجام کہا جاتا ہے۔ اس کا تعلق علاج و معالجہ سے ہے مگر اردو

۲۴؎ ملاحظہ ہو صحیح مسلم کتاب الطلاق ۱۱۱۴/۲، جامع ترمذی کتاب النکاح ۴۲۱/۳ نیز السنن الکبری ابیہقی ۱۳۶/۷ اور سنن نسائی ۶۳/۶ و ۶۴۔

۲۵؎ ابوداؤد کتاب النکاح ۵۸۹/۲، مستدرک حاکم ۱۶۴/۲، السنن الکبری بیہقی ۱۳۶/۷، سنن دارقطنی ۳۰۰/۳، صحیح ابن حبان ۱۴۷/۷، بلوغ المرام از حافظ ابن حجر ص ۲۰۹ دار الفکر۔ امام حاکم نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح بتایا ہے اور حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ اس کی سند جید ہے اور تلخیص میں اس کی اسناد کو حسن بتایا گیا ہے۔

زبان میں حجام کے معنی نائی کے ہیں۔ جو عربی زبان کے حجام سے بہت مختلف ہے۔

بنو بیاضہ انصار کا ایک قبیلہ تھا اور ابو ہند جن کا اصل نام سالم تھا، اسی قبیلے کے ایک مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے [۲۶] چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے پیشوں کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے مذکورہ بالا قبیلہ والوں کو تاکید فرمائی کہ ایک پچھنے لگانے والے شخص (حجام) کو حقیر نہ جانیں۔ اور پھر ایسی صورت میں جب کہ وہ ایک مولیٰ بھی تھے کیونکہ اہل عرب کے یہاں ایک مولیٰ سے رشتہ کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ نیز آپ نے اس کی بھی وضاحت فرمادی کہ پچھنے لگانا کوئی قبیح پیشہ نہیں بلکہ طبی اعتبار سے ایک معزز پیشہ ہے اور جہاں تک ابو ہند (سالم) کی دینداری کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ایک دوسری روایت میں ہے ان کی تعریف اس طرح مذکور ہے:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَنْ صَوَّرَ اللهُ الايمانَ فِي قلبه فلينظر إِلى أَبِي هِنْد: جس کو اس بات سے مسرت ہو سکتی ہے کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان سے مزین کر دیا ہو تو ابو ہند (سالم) کو دیکھ لے [۲۷]۔

امام بخاری کا استدلال

نیز اس سلسلے میں امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے "باب الاکفاء فی الدین" یعنی برابری دینداری میں ہونا چاہئے اور اس باب میں موصوف نے جو حدیثیں درج کی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کے مقابلے میں حسب و نسب کا کچھ زیادہ اعتبار نہیں ہے چنانچہ ان حدیثوں کے مطابق مشہور بدری صحابی حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ نے اپنی بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ (ایک قریشی عورت) کا نکاح سالم

---

[۲۶] ملاحظہ ہو شرح ابو داؤد از امام خطابی ۲/ ۵۸۰، نیز بذل المجہود از مولانا خلیل احمد سہارنپوری ۱۰/ ۱۱۴ مطبوعہ مکہ مکرمہ

[۲۷] سنن دار قطنی ۳/ ۳۰۰، مطبوعہ قاہرہ

نامی ایک آزاد کردہ غلام (مولیٰ) سے کردیا تھا جسے بعد میں انھوں نے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب (قریشی عورت) کا نکاح مقداد بن اسود سے ہوا تھا۔ جو قریشی نہیں تھے بلکہ ایک قول کے مطابق حبشی مولیٰ تھے جن کو اسود نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔[۵۸]

نیز اس سلسلے میں امام بخاریؒ نے قول فیصل کے طور پر یہ حدیث بھی درج کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت سے بیاہ چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندان کی وجہ سے، اس کی خوب صورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تو دیندار عورت کو پسند کرلے[۵۹]

بہر حال صحابۂ کرام کے واقعات میں اس قسم کی مزید مثالیں ملتی ہیں مثلاً حضرت بلالؓ کا نکاح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی بہن ہالہ بنت عوف سے ہوا تھا۔ حالانکہ حضرت بلال حبشی تھے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے پہلے حضرت سلمان فارسی پر پیش کیا تھا[۶۰]

فقہاء کا عام مسلک خلاصہ بحث یہ ہے کہ ایک عورت کا ایک مرد سے رشتہ کرنے کے لئے علماء عام طور پر اس بات کے قائل ہیں کہ جس شخص سے رشتہ مقصود ہے اس کا چار باتوں میں عورت کا ہمسر ہونا ضروری ہے ۱۔ دین ۲۔ حریت ۳۔ نسب ۴۔ اور پیشہ، اور بعض نے جسمانی عیوب سے سلامتی اور خوشحالی کو بھی معتبر مانا ہے[۶۱] (باقی آئندہ)

---

۵۸ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری از حافظ ابن حجر ۹/ ۱۳۳-۱۳۵، عمدۃ القاری از علامہ عینی ۲۰/ ۸۴، نیز السنن الکبریٰ ۷/ ۱۳۷ اور سنن نسائی ۶/ ۶۳-۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، نیز ملاحظہ ہو جامع الاصول ۱۱/ ۴۶۵-۴۶۸۔

۵۹ صحیح بخاری کتاب النکاح ۶/ ۱۲۳

۶۰ دیکھئے بلوغ المرام حواشی ص ۲۰۹، دارقطنی ۳/ ۳۰۲

۶۱ دیکھئے شرح خطابی، منقول از ابوداؤد کتاب النکاح ۲/ ۵۸۰۔